لم یقدح فی ابی حنیفة مع کونه متعصبا
کما ذکرہ الشیخ شمس الدین فی
الغایة انی سمعت من مشائخی انه
متعصب وممن علیه ابن السبکی
فقال انی سمعت ان لحوم العلماء
مسمومة من یاکله یموت قلت هو
کذلك لکن من الطرفین

ثم لم ار محدثا فقیها او فقیها
فقط یقدح فی ابی حنیفه نعم منهم
من کان محدثا فقط فانه جرح علیه
ثم انه نقل عن ابی داؤد ما یدل
علی انه من معتقدی ابی حنیفة
حیث قال رحم الله ابا حنیفة کان
اماما واما البخاری فانه کان یجرحه
واما النسائی نقل ضعفه وشدد فی
حسن بن زیاد وقال انه کذاب
وهو خلاف الواقع، واما مسلم
فلا یدری حاله غیر ان البخاری فی
سفرہ حنفی واد به العربی اعلی من
مسلم وکان مسلم یستعین منه
فی اشیاء واما الترمذی فهو

دریافت کی گئی تو کہا کہ میں نے مذاہب فقہا
اوران کے مناقب کو جمع کیا ہے جب محدثین
کے مناقب کو جمع کروں گا تو اس میں امام ہمام
کا تذکرہ آجائے گا ابن جریر کو اس پر اتنا اصرار
تھا کہ ان کی شہادت کا سبب یہی واقعہ ہوا
اسی طرح ابو عمرو مالکی نے انھی تینوں ائمہ کے
مناقب کو بیان کیا اور امام احمد کا تذکرہ نہیں
کیا۔ بیہقی نے بھی امام صاحب پر جرح نہیں
کی ہے حالانکہ بیہقی متعصب ہیں جیساکہ
علامہ شمس الدین نے اپنی کتاب غایت میں
تذکرہ کیا ہے اور کہا ہے اپنے مشائخ سے
میں نے سنا ہے کہ وہ متعصب ہیں جب
ابن السبکی کی نظر سے یہ روایت گذری تو یہ
کہہ کر خاموش ہوگئے کہ میں نے بھی سنا ہے
کہ علماء کا گوشت مسموم ہے۔ جو کھائے گا
مرے گا۔ میں کہتا ہوں کہ ابن السبکی کا کہنا بالکل
صحیح ہے مگر جانبین کے علماء کا گوشت مسموم ہے
پھر یہ واقعہ ہے کہ کسی محدث فقیہ یا صرف
فقیہ نے امام صاحب پر جرح نہیں کی ہے
ہاں جو نرے محدث ہیں انھوں نے امام صاحب
پر البتہ جرح کی ہے ابوداؤد صاحب سنن

ساکت، واما ابن سید الناس
والدمیاطی فانهما فی ثلج الصدر
عن الامام ویؤثرانه ویجلانه حتی
انهم علی اسناد فیه الامام اعظم
نصحح واما العراقی فلا یدری حاله
الا ان سلسلة تلمیذه انتهت
علی الماردینی وهو حنفی فالله اعلم
انه هل تادب لهذه التلمذة ام لا؟
بقی الحافظ ابن حجر وهو ضد الحنفیة
بما استطاع حتی انه جمع مثالب الامام
الطحاوی والطعون فیه مع ان
ابا جعفر الطحاوی امام عظیم لم
یبلغ الی احد من ائمة الحدیث
خبره الا حضره عنده بمصر وجلس
فی حلقة اصحابه وتلمذ علیه

(فیض الباری ج ۱ ص ۱۶۹ و ۱۷۰)

سے بعض باتیں ایسی مروی ہیں جس سے
معلوم ہوتا ہے کہ وہ امام صاحب کے
معتقدین میں سے ہیں رحم اللہ ابا حنیفۃ
انہ کان اماما یہ ابو داؤد کا مقولہ ہے امام
بخاری امام ابو حنیفہ کی ہجو کرتے ہیں اور نسائی
نے تو بہت تشدد کیا ہے اور حسن بن زیاد
کو تو کذاب تک کہا ہے لیکن یہ خلاف واقعہ
ہے امام مسلم کا حال معلوم نہیں لیکن ان
کے رفیق سفر دارد حنفی ہیں اور ان کا ادب
عربی بھی امام مسلم سے اعلیٰ ہے، امام مسلم
ان سے استعانت کیا کرتے تھے۔ امام ترمذی
خاموش ہیں اور متاخرین میں سے ابن
سید الناس و دمیاطی بھی امام صاحب سے
مطمئن ہیں اور ان کی بہت توقیر کرتے ہیں
ایک روایت کی جس کی سند میں امام صاحب
بھی ہیں۔ تصحیح کی ہے عراقی کا حال معلوم
نہیں مگر یہ کہ ان کے تلمذ کا سلسلہ ماردینی
حنفی پر ہوتا ہے اب اس تلمذ کا انھیں کچھ
پاس بھی ہے یا نہیں یہ اللہ ہی جانتا ہے
باقی رہے حافظ ابن حجر تو انھوں نے اپنی
پوری طاقت سے حنفیہ کو ضرر پہنچایا ہے

حد ہو گئی کہ امام طحاوی جیسے امام کے مناقب
کو جمع کیا ہے حالانکہ یہی ابو جعفر ہیں کہ ان کی
خبر جس امام وقت تک پہنچی وہ ان کے پاس
مصر حاضر ہو کر زانوئے تلمذ ان کے سامنے
تہ کیا فقط

مگر اس قسم کے اوہام پریشان کو کبھی بھی اپنے دماغ میں جگہ نہ دینی چاہیئے کہ دارقطنی یا دیگر ائمہ متبوعین نے کسی پر جرح یہ سمجھتے ہوئے کی ہے کہ حق اس کے خلاف ہے حاشا، العیاذ باللہ ایسا گمان کرنا اپنے نفس کو دھوکا دینا ہے۔ صورت یہ ہوئی ہے کہ

عین السخط تبدی مساوی، لسھا فی الباطن مخارج صحیحۃ تعمی عنہا بحجاب السخط لا ان ذلك یقع منھم تعمد اللقدح مع العلم ببطلانہ[1]

البتہ اتنی بات ضرور ہے کہ دارقطنی شافعی تھے اور شافعیت میں اتنا غلو تھا کہ حمیت جاہلیت کا رنگ چڑھا ہوا تھا جب کسی شخص یا کسی مسئلہ کی حمایت کرتے تو پورا زور صرف کر دیتے جب مصر آئے تو بعض علمائے مصر نے جہر بالبسملہ پر کچھ لکھنے کو کہا آپ نے اسے قبول کر لیا اور ایک رسالہ لکھا مالکیوں کو جب خبر ہوئی تو کچھ لوگ آپ کے پاس آئے اور کہا میں قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا اس رسالہ میں جتنی حدیثیں ہیں سب صحیح ہیں آپ نے کہا کہ مرفوع حدیث تو جہر بالبسملہ میں ایک بھی صحیح نہیں البتہ موقوف حدیثیں ہر طرح کی ہیں صحیح بھی اور ضعیف بھی[2]

تحدیث پر اُجرت لینا جائز ہے یا نہیں؟ اور ایسے شخص کی روایت قبول کی جائیگی یا نہیں؟ محققین جیسے امام احمد اسحاق بن راہویہ، وابو حاتم رازی کی رائے ہے کہ اس کی روایت مقبول نہیں ہے لیکن دارقطنی کا خیال ان حضرات سے مختلف ہے وہ ایسے شخص کی توثیق

---

[1] تدریب [2] نصب الرایہ للزیلعی

کرتے ہیں اور روایت قبول کرتے ہیں انھی اجرت لینے والوں میں حارث بن ابی اسامہ م ۲۸۲ ہیں۔ فقر و فاقہ اور تنگدستی سے پریشان ہو کر اجرت لینی شروع کی، ان کا ایک واقعہ جسے ہم "آیۃ" ہی سمجھتے ہیں پیش کیا جاتا ہے حضرت شاہ صاحب بستان المحدثین میں لکھتے ہیں:-

مرد فقیر و عیالدار بود و دختران بے شوہر در خانہ داشت۔ می گفت کہ من شش دختر دارم کہ کلاں ترآنہا ہفتاد و ہفت سالہ و خرد ترین آنہا شصت و سہ سالہ است و ہیچ یک را کدخدا نہ کردہ ام کہ اسباب تزویج میسر نیا مدو نداشتم کہ باغیار از دواج دہم داگر خواستگاری آمد۔ فقیر بود۔ نخواستم کہ بسبب آمدن آں داماد عیال بس زیادہ شود و بارہ او را بر دارم۔

(حارث) تنگدست اور کثیر الاولاد تھے ان کے گھر میں بہت سی بن بیاہی لڑکیاں تھیں خود ان کا بیان ہے کہ میں چھ لڑکیوں کا باپ ہوں سب سے بڑی لڑکی ۷۷ سالہ اور سب سے چھوٹی ۶۳ سالہ ہے ان میں سے کسی ایک کی بھی شادی نہ کر سکا کیونکہ شادی کے سامان میسر نہ ہو سکے اور طبیعت غیر کفو میں کرنے سے ابا کرتی ہے۔ اگر کبھی (کفو کے یہاں سے) منسوب آئی بھی تو لڑکا مفلس تھا۔ میں اس خوف سے اس کی زوجیت میں نہ دے سکا کہ اس کا بار بھی مجھے برداشت کرنا پڑے گا۔

برقانی نے دار قطنی سے پوچھا کہ ان کی حدیث کو صحاح میں داخل کردوں؟ کہا ہاں ضرور داخل کرو حارث کی ابو حاتم ابراہیم جبروتی وغیرہا نے بھی توثیق کی ہے۔

علی بن عبد العزیز بغوی م ۲۸۶ کی بھی دار قطنی نے توثیق کی ہے اور ثقہ، مامون جیسے الفاظ ان کے حق میں استعمال کئے ہیں حالانکہ

کان یاخذ علی الحدیث ولا شک انہ کان فقیراً مجاوراً [1]

---

[1] تذکرہ ج ۲

جرح کے الفاظ مختلف ہیں ان میں سے ایک لفظ "هو لين الحديث" بھی ہے حمزۃ بن یوسف السہمی نے دارقطنی سے سوال کیا کہ آپ کی "هو لين الحديث" سے کیا مراد ہے؟ کہا جب میں کسی کے متعلق لین الحدیث کہوں تو وہ ساقط اور متروک الحدیث نہیں ہوگا ہاں مجروح ہوگا مگر ساقط العدالت نہیں ہوگا۔[1]

یہ بات بھی ذہن نشین کر لینی چاہیئے کہ دارقطنی ضعیف ہی کے متعلق کہتے ہیں فلان یعتبر بہ اور فلان لا یعتبر اس سے لوگوں میں غلط فہمی پیدا ہو جاتی ہے کہ جب ضعیف ہے تو پھر یہ تقسیم کیسی؟ اس کی حقیقت یہ ہے کہ اصل حدیث تو اعتبار کے لائق نہیں اور فی نفسہ حجت نہیں مگر بعض راوی باوجود ضعیف ہونے کے ان کو شواہد ومتابعات میں پیش کیا جا سکتا ہے چنانچہ صحیحین میں ضعفاء کی ایک جماعت ہے جس کو متابعات میں پیش کیا گیا ہے ظاہر ہے کہ ہر ضعیف اس لائق نہیں اس لئے ان کو تقسیم کرنی پڑی۔[2]

مؤتلف ومختلف | جو نام خط وکتابت میں ہم شکل وہم صورت ہو، لیکن تلفظ وتکلم میں مختلف ہو اس کو محدثین کے اصطلاح میں المؤتلف والمختلف کہتے ہیں یہ بھی محدثین کا خاص فن ہے، اور اس سے واقف ہونا بہت ضروری ہے کیونکہ اس میں قیاس وضابطہ کو کوئی دخل نہیں اور سابق ولاحق کے قرائن نہیں جن سے اصل حقیقت معلوم ہو سکے اس فن میں سب سے پہلی تصنیف ابو احمد العسکری ہے لیکن اس میں تصحیف کو بھی شامل کر لیا ہے پھر عبدالغنی بن سعید الازدی المصری کی ہے اور اس میں مشتبہ الاسماء اور مشتبہ النسبۃ دونوں کو جمع کیا ہے اس کے بعد دارقطنی کی تصنیف ہے[3] عبدالغنی کی تصنیف حقیقت میں

---

[1] مقدمہ ابن صلاح [2] ایضاً

[3] ابن فرضی قتیل ۴۰۳ھ نے ایک کتاب مشتبہ الاسماء میں اور ایک مشتبہ النسبۃ میں لکھی۔ پھر خطیب بغدادی نے عبدالغنی و دارقطنی ان دونوں کتابوں کو جمع کر کے کچھ اسماء کا اضافہ کیا اور اس کو مستقل تصنیف بنا کر المؤتنف تکملۃ المختلف نام رکھا حافظ ذہبی کے قول کے مطابق خطیب کی ایک اور تصنیف تکملہ کے علاوہ جس کا نام المؤتلف والمختلف ہے اس کے بعد امیر ابن ماکولا نے خطیب کے تکملہ

(بقیہ حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

دارقطنی ہی کی تصنیف ہے کیونکہ اکثر انھی کے استفادہ کو جمع کیا ہے جیسا کہ اوپر گذرا دارقطنی کی یہ تصنیف اس فن کی ایک مسلم بنیادی کتاب ہے کیونکہ اکثر ارباب تصنیف و تالیف نے اس کے بعد اس فن میں مستقل کتاب لکھنے کی بجائے اس کتاب کو اساس و بنیاد قرار دے کر

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) پر اضافہ کر کے اسے مستقل کتاب بنا ڈالا اور اس کا نام الکمال رکھا، خود لکھتے ہیں

وبعد ذلك لما نظرت فی کتاب ابی بکر احمد بن علی ابن ثابت الخطیب رضی اللہ عنہ سماہ التکملۃ لکتابی ابی الحسن علی بن عمر الدارقطنی وابی محمد عبد الغنی ابن سعید الازدی فی المؤتلف والمختلف وکتاب عبد الغنی فی مشتبہ النسبۃ وجدتہ قد اخل باشیاء کثیرۃ لم یذکراھا وذکر ما قد ذکرا او احدھما ونسبھما الی الغلط فی اشیاء لم یغلطا فیھا وترک اغلاطا لھما لم ینبہ علیھما ووھم فی اسماء ننظرھا علی الغلط آثرت ان اعمل فی ھذا الفن کتابا جامعا لما فی کتبھم وما شذ عنھا واسقط ما لا یقع الاشکال فیہ مما ذکروہ واذکر ما وھم فیہ احدھم علی الصحۃ وما اختلفوا فیہ وکان لکل قولہ وجہ ذکرت (نسخہ خطیہ مکتبہ علم و حکمت بہار شریف)

جب میں نے خطیب کی کتاب جو دارقطنی اور عبدالغنی کی مؤتلف و مختلف، اور عبدالغنی کی مشتبہ النسبۃ کا تکملہ ہے۔ دیکھی، تو مجھے محسوس ہوا کہ خطیبؒ بہت سی ایسی باتوں سے بھی تعرض کرتے ہیں جن کو ان دونوں نے ذکر نہیں کیا۔ اور کبھی ان دونوں یا ایک کے کسی بیان کی تکرار کر جاتے ہیں۔ اور کبھی ان دونوں کی تغلیط میں خود غلطی کر جاتے ہیں یا پھر ان دونوں کی واقعی غلطیوں پر تنبیہ نہیں کرتے ہیں اور کبھی خود ان کو وہم ہو جاتا ہے تو میں نے مناسب سمجھا کہ ایسی کتاب ترتیب دوں جو اگلی تصنیفات کو جامع اور ان اسماء پر مشتمل ہو جو ان کتابوں میں نہیں ملتے، اور جن اسماء کے بارہ میں کوئی اشکال نہیں انھیں چھوڑ دوں اور جن اسماء میں وہم یا اختلاف ہوا اسے صحیح طور پر بیان کروں

یہ بہت مفید کتاب ہے، اپنے موضوع میں جامع و اکمل ہے ابن خلکان میں ہے۔

وھو فی غایۃ الافادۃ فی رفع الالتباس اور رفع التباس وضبط و تقیید میں بہت

پر استدراک وذیل لکھنے پر اکتفار کیا، اصابہ میں حافظ ابن حجر نے اکثر فائدہ اٹھایا ہے اس
ن نقطہ حنبلی م ٦٢٩ھ نے استدراک وذیل لکھا اور ابن نقطہ کی کتاب پر منصور بن سلیم م ٦٧٣
ابو محمد بن علی الدمشقی م ٦٨٠ دونوں نے ایک ایک ذیل لکھا اور ان دونوں کے ذیل پر
ظ علار الدین مغلطائی م ٧٦٣ نے ذیل کبیر لکھا لیکن مغلطائی کا ذیل زیادہ تر شعرار کے اسمار
انساب عرب پر حاوی ہے (شرح الفیۃ) اس کے بعد حافظ ذہبی م ٧٤٨ نے مشتبہ النسبۃ
نام سے بہت مختصر کتاب لکھی جس میں غلطیاں اور تصحیف کثرت سے ہوگئی جس کی وجہ یہ ہے
ضبط، حروف کے ذریعہ نہیں کیا بلکہ قلم سے کیا غالباً ١٨٦٣ء میں پہلی بار لندن میں طبع ہوئی ہے
ں کا ایک قلمی نسخہ خدابخش لائبریری بانکی پور میں بھی ہے اس پر حافظ عراقی تعلیق لکھنے کا ارادہ
رہے تھے اور تمام نقائص کو دور کرنا چاہتے تھے آخر میں حافظ ابن حجر م ٨٥٢ نے تبصیر المنتبہ
بتحریر المشتبہ کے نام سے ایک ضخیم کتاب لکھی، اس میں ضبط بالحروف اور استدراک مافات
یا، وھو اجل الکتب فی ھذا النوع واتمھا (تدریب)، اس کا نسخہ بانکی پور اور رامپور لائبریری
ں بھی ہے۔ بانکی پور کے نسخہ کے کاتب حافظ ابن حجر کے شاگرد احمد بن عبدالرحمن بن سلیمان
لھنی الشافعی ہیں سنہ کتابت ٨٤٢ھ ہے کل ٢٥٦ اوراق ہیں، رامپور کے نسخہ کے کاتب کے
متعلق کہا جاتا ہے کہ حافظ الدنیا کے ہی شاگرد ہیں واللہ اعلم بالصواب۔
میں نے تبصیر المنتبہ کا ایک نسخہ علامہ سورتی م ١٩٤٢ء کے پاس بھی دیکھا تھا مگر وہ

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ، والضبط والتقیید وعلیہ اعتماد المحدثین وارباب ھذا الشان فانہ لم یوضع مثلہ ولقد احسن فیہ غایۃ الاحسان وما یحتاج الامیر مع ھذا الکتاب الی تصنیف آخر ی وفیہ دلالۃ علی کثرۃ اطلاعہ وضبطہ واتقانہ

مفید کتاب ہے اور اسی پر محدثین اور ارباب فن کا اعتماد ہے اس جیسی کوئی دوسری کتاب اب تک تصنیف نہیں ہوئی ہے اس کے ہوتے ہوئے امیر ابن ماکولا کسی دوسری تصنیف کے محتاج نہیں ہیں اور حق یہ ہے کہ یہ کتاب ان کی کثرت اطلاع وضبط واتقان پر دال ہے۔

ہ "مؤتلف ومختلف"، "متفق ومفترق" اور مشتبہ النسبۃ ان تینوں میں فرق ہے ایسا نہیں کہ ایک سمجھا جائے۔

جدید الخط تھا معلوم نہیں منقول عنہ کون سا نسخہ تھا۔

اس موضوع پر یحییٰ بن علی المصری م ۱۶ ام محمد بن احمد الابیوردی م ۵۰۷ وعبدا
المعروف بابن القوطی م ۳۲۳ اور علامہ ماردینی م ۵۰۷ وغیرہم کی کئی تصانیف ہیں
تصحیف | تصحیف کی معرفت علم حدیث کا شعبہ ہے اور یہ ایک فن ہے، محدثین اس
واقفیت کے لئے خاص اہتمام کیا کرتے تھے ورنہ اہل علم کی مجلس میں رسوائی اٹھانی
جو لوگ اسی دشت کی بادیہ پیمائی کرتے رہتے ہیں ان کو ایک ملکہ، مہارت اور علمی روشنی
ہو جاتی ہے جس سے یہ معلوم کر لیتے ہیں کہ یہاں پر تصحیف ہوئی ہے پھر بھی بقول امام
کا دامن تصحیفی غلطیوں سے ملوث نہیں ہوا

دار قطنی کا بیان ہے کہ جمعہ کے روز ابن الانباری م ۳۲۷ کے مجلس املا میں
کسی حدیث کی سند میں "حبان" کو "حیان" کہہ دیا۔ مجھ پر بڑا بار گذرا کہ علم وفضل کا یہ
اور ان سے اس طرح کی تصحیف؟ لیکن مجھ پر ان کے علم کا ایسا رعب تھا کہ زبان نہ کھ
اور تصحیح کرنے کی ہمت نہ ہوئی پر جب یہ مجلس ختم ہوگئی تو میں آگے بڑھا اور ان کی اس
ذکر کیا اور جو صواب تھا بیان کیا پھر گھر چلا آیا دوسرے جمعہ کو پھر مجلس میں حاضر ہوا تو ابن
نے مستملی سے کہا کہ حاضرین سے کہہ دو گذشتہ جمعہ میں جو فلاں حدیث املا کرا رہا تھا
فلاں نام میں تصحیف ہوئی ہے صحیح نام یہ ہے، فلاں نوجوان نے اس غلطی کی طرف
توجہ مبذول کرائی ہے ان کی تصحیح درست ہے کیونکہ جب میں گھ گیا تو اسی طرح اص

جلیل القدر ہستیوں سے بھی اس قسم کی تصحیف ہو جاتی تھی اور ملاحدہ وزنا
کو ارباب علم وفضل کی پگڑیاں اچھالنے کا غنیمت موقعہ مل جاتا تھا اور استہزار وتمسخر سے

ما ظنکم برجل منہم یحمل منہ العلم وتضرب الیہ اعناق المطی خمسین
سنۃ او نحوھا ..... حدثہم عن سبعۃ وسبعین ویرید شعبۃ وسفی

لہ معجم الادبار ج ۱۸ لہ تاویل مختلف الحدیث لابن قتیبہ

ابواحمد العسکری کی بھی ایک کتاب ہے جس کا اوپر تذکرہ ہوا دارقطنی کی تصنیف کے
ق علمار کا خیال ہے تصنیف مفید (تدریب) اس میں دارقطنی نے استقصار سے کام لیا
، اور ہر طرح کی تصحیف خواہ اس کا تعلق علم حدیث سے ہو یا نہ ہو یہاں تک کہ قرآنی تصحیف
ں جمع کر دیا ہے یہ کتاب نوادرات و عجائبات کا خزانہ ہے اور اپنے موضوع پر مکمل ہے۔
المدلسین | دارقطنی نے اس فن پر بھی ایک مستقل رسالہ لکھا ہے جو اس فن کی تیسری کتاب ہے

صحیف کے چند واقعات بیان کرتا ہوں جو ناظرین کے لئے دلچسپی سے خالی نہیں عثمان بن ابی شیبہ
، جو مشہور محدث ہیں ایک آیت کو اس طرح پڑھا جعل السفینۃ فی رحل اخیہ جب ان کو
نبہ کیا گیا کہ جعل السقایۃ ہے تو نہایت اطمینان سے جواب دیتے ہیں کہ میں اور میرے بھائی
بکر، عاصم کی قراۃ کے قائل نہیں اسی طرح الم ترکیف فعل ربک کو آپ نے الف، لام، میم
ل ربک پڑھا۔
ابن جریر طبری م ۳۵۶ قبیلہ بنی سلیم کے راویوں کے نام لے رہے تھے تو کہا منھم عتبۃ بن البذ
لانکہ صحیح عتبۃ بن الندر ہے۔
محمد بن جعفر غندر ایک حدیث روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں عن جابر قال رمی ابی (بفتح الالف
کسر الباء) یوم الاحزاب حالانکہ صحیح اُبی (بضم الالف وفتح الباء) یعنی اُبی بن کعب ہیں
ابوبکر صولی نے من صام رمضان والی حدیث کا املار کرایا من صام رمضان
اتبعہ شیئا من شوال حالانکہ صحیح ستا من شوال ہے۔
یحیی بن معین ایک سند میں فرماتے ہیں عن العوام بن مزاحم (بالزاء والحاء المہملہ)
حالانکہ صحیح مراجم (بالراء المہملۃ والجیم) ہے
وکیع ایک روایت میں فرماتے ہیں لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الذین
یشققون الحطب تشقیق الشعر یعنی حار مفتوحہ کے ساتھ ابونعیم فوراً معترض ہوئے اور کہا کہ حطب
نہیں بلکہ خطب بالخاء المضمومہ ہے
مذکورہ بالا تصحیفیں ایسی ہیں جن کی کتابت ایک طرح سے ہونے کے باعث پڑھنے میں غلطی ہوتی ہے
اور بعض تصحیف ایسی ہے جس میں دونوں کی کتابت میں بہت فرق ہے لیکن سننے میں غلطی ہو جاتی ہے اس
لئے تصحیف ہو جاتی ہے جیسے عاصم احول کو سن کر کسی نے واصل احدب کہہ دیا تھا ۱۲ ابوسلمہ

سب سے پہلی تصنیف امام حسین بن علی الکرابیسی صاحب الشافعی م ۲۴۵ کی ہے پھر نسائی
تصنیف کیا اس کے بعد تیسری کتاب دار قطنی کی ہے اور اس فن کی یہ مقبول اور قابل قدر تصنیف

کتاب الاخوۃ | یہ بھی فن حدیث کا ایک شعبہ ہے۔ محدثین نے اس طرف بھی توجہ مبذول کی ہے
دو شخصوں کی ولدیت میں اشتراک کی وجہ سے ان دونوں کو عینی بھائی نہ سمجھ لیا جائے اس
محدثین نے اس موضوع پر مستقل کتابیں لکھی ہیں۔ علی بن المدینی، مسلم بن الحجاج صاحب الصحیح
ابوداؤد، نسائی اور ابوالعباس السراج کی اس فن پر تصانیف ہیں۔ ابن فطیس م ۴۰۲ کی بھی
کتاب "کتاب الاخوۃ" ہے مگر یہ سب قیمتی ذخائر آج نایاب ہیں نام و نشان بھی نہیں ملتا کہ
دنیا میں کبھی وجود تھا۔

لہ اس فن پر خطیب بغدادی کی بھی ایک کتاب اسماء المدلسین کے نام سے ہے، ابن عساکر کا
پر ایک رسالہ ہے حافظ ذہبی نے ان سب کو نظم کیا، اس کے بعد ان کے شاگرد احمد بن ابراہیم
نے ایک رسالہ لکھا اور علائی کی تصنیف جس میں ۶۸ مدلسین کے اسماء ہیں۔ سے مدد لے کر
ناموں کا اضافہ کیا پھر حافظ زین الدین عراقی م ۸۰۶ نے ذیل لکھا پھر ان کے لڑکے ولی الدین
نے ان دونوں کو ملا کر ایک مستقل کتاب بنا ڈالا اور ۱۳ ناموں کا اضافہ کیا پھر ابراہیم بن محمد حلبی م
نے التبیین فی اسماء المدلسین کے نام سے ایک کتاب لکھی جس میں انھوں نے ۳ ناموں کا اور
کیا پھر اس کے بعد حافظ ابن حجر نے اسماء المدلسین پر ایک کتاب تصنیف کی اور انھوں نے
ناموں کا اور بھی اضافہ کیا انھوں نے مدلسین کی تعداد کو ۱۵۲ تک پہنچا دیا یہ کتاب مطبوع ہے۔
بانکی پور لائبریری میں کتاب التبیین لاسماء المدلسین برہان الدین ابراہیم ابن محمد سبط
موجود ہے۔ شروع میں مقدمہ در تدلیس کے اقسام و احکام ہیں مگر کل اسماء تقریباً ۹۶ ہیں۔
اہل کوفہ سب سے زیادہ تدلیس کرتے تھے، بصرے کے بہت تھوڑے لوگ، ابو
ابن محمد بن محمد سلیمان الباغندی پہلا وہ شخص ہے جس نے بغداد میں تدلیس کی ورنہ ان سے
وہاں تدلیس کا نام و نشان نہ تھا پھر اہل بغداد انھی کی روش پر چل پڑے۔ حجاز، حرمین شریفین
عوالی، خراسان، اصبہان، خورستان اور ماوراء النہر کے علماء تدلیس نہیں کرتے تھے۔ (

اس سلسلہ کی دلچسپ باتیں۔

۱۔ موسیٰ بن عبیدہ اور عبداللہ بن عبیدہ یہ دونوں بھائی ہیں ان دونوں کی عمر میں ۸۰ سال کا فرق ہے (شرح الفیہ للعراقی)

۲۔ عراقیؒ کا بیان ہے کہ زیادہ سے زیادہ ایک صلب سے دس بھائیوں کا ثبوت ملتا ہے اور بنو العباس بن عبدالمطلب ہیں جن کے اسماء گرامی یہ ہیں فضلؓ، عبداللہؓ، عبیداللہؓ، عبدالرحمنؓ قثمؓ، معبدؓ، عونؓ، حارثؓ، کثیرؓ، تمامؓ ان میں سب سے چھوٹے تمام ہیں انھی کو حضرت عباسؓ کاندھے پر اٹھائے رہتے اور یہ اشعار پڑھتے جاتے تھے۔

تموا بتمام نصار واعشرۃ یارب فاجعلھم کراما بررۃ

واجعل لھم ذکرا وانم الثمرۃ

ان میں سے دو فضل وعبداللہ کی صحبت ثابت ہے اور بقیہ کی صرف رویت

۳۔ ایک اور بنو عبداللہ بن طلحہ کا خاندان ہے جو بقول ابن عبدالبر دسؓ بھائی ہیں مگر ابن جوزی کہتے ہیں کہ بارہ بھائی ہیں اور سب کے سب صاحب علم وفضل ہیں ان سبھوں کے نام یہ ہیں قاسمؒ، عمیرؒ، زیدؒ، اسماعیلؒ، یعقوبؒ، اسحاقؒ، محمدؒ، عبداللہ، ابراہیمؒ، عمرؒ، تمیرؒ، عمارہؒ۔

فن قراۃ میں بھی آپ کا ایک مختصر رسالہ ہے جس میں پہلے چند بابوں میں اس کے اصول وقواعد کو بیان کیا ہے پھر اصل مقصد کی طرف رجوع کیا ہے یہ طریقہ لوگوں کو اتنا بھایا کہ بعد کے مصنفین اسی نہج پر چل پڑے۔

علامہ عراقیؒ ان کی تصنیفات کے متعلق لکھتے ہیں کہ ولہ مصنفات یطول ذکرھا اس لئے میں بھی ایک مختصر فہرست دے کر اس داستان کو ختم کرتا ہوں۔

کتاب الغرائب۔ الاربعین۔ کتاب المدیح۔ کتاب المجتبیٰ۔ اسئلۃ الحاکم۔ غریب اللغۃ کتاب الرویۃ۔ کتاب المستجاد۔ الرباعیات۔ کتاب الاسخیا وغیرہا۔

آخر الذکر کی ترتیب وتصحیح سید وجاہت حسین صاحب مدرس مدرسہ عالیہ کلکتہ

نے کی اور ایشیاٹک سوسائٹی بنگال نے اسے شائع کیا ہے اس کا اصل نسخہ بانکی پور لائبریری میں ہے۔

وفات دارقطنی خلیفہ القادر باللہ کے عہد حکومت میں بروز چہارشنبہ ۸ ذوی القعدہ ۳۸۵ھ مطابق ۹۹۵ء بغداد میں انتقال فرمایا۔ شیخ ابو حامد الاسفرائنی نے نماز جنازہ پڑھائی اور مقبرہ باب حرب میں سپرد خاک کئے گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون اللھم نور ضریحہ وامطر علیہ شآبیب الرحمۃ

امیر ابن ماکولا نے کسی سے خواب میں ان کا حال دریافت کیا تو کہا کہ وہ تو جنت میں بھی امام ہی کہہ کر پکارے جاتے ہیں واللہ اعلم بالصواب وعلمہ اتم واحکم۔ انشاء اللہ آئندہ کسی صحبت میں کتاب الالزامات والتتبع پر ایک اور مقالہ ہدیہ ناظرین کروں گا السعی منی والاتمام من اللہ۔

خلافت عباسیہ

جلد دوم۔ تاریخ ملت کا چھٹا حصہ جس میں اٹھائیس حکمرانوں متوکل سے لے کر مستعصم تک کے تمام تاریخی حالات بڑی کاوش سے جمع کئے گئے ہیں اس حصے میں بھی پہلے حصے کی تمام خصوصیتوں کا لحاظ رکھا گیا ہے واثق باللہ کے زمانے تک ایک صدی کو چھوڑ کر عباسی خلافت کے چار سو چوبیس سال کے دور حکومت کی تاریخ آپ کو اس میں ملے گی جس سے اندازہ ہوگا کہ بغداد جو مسلمانوں کی عظمت و اقتدار کا گہوارہ اور مشرقی ملکوں کا سرتاج تھا کس طرح ویران و پراگندہ ہوکر ان متفرق جماعتوں کا مسکن ہوکر رہ گیا جو ہلاکو خاں کی فوج کے ساتھ آئی تھی سلاطین بویہ، سلاجقہ، زنگی، ایوبی علویین، باطنیہ وغیرہ ہم عصر دول اسلامیہ کے حالات کا جامع خلاصہ بھی آپ کو اس کتاب میں ملے گا کتاب کے آخر میں عباسی خلافت کے تمام دوروں پر ایک سیاسی اور تاریخی نظر ڈالی گئی ہے جو کم و بیش ۸۰ صفحات پر مشتمل ہے صفحات ۴۷۶ قیمت غیر مجلد چار روپے بارہ آنے قیمت مجلد پانچ روپے

مکتبہ برہان اردو بازار جامع مسجد دہلی

مُعتزلہ

از

(جناب ڈاکٹر میر ولی الدین صاحب ایم۔ اے۔ پی ایچ ڈی (لندن) بیرسٹرایٹ لا)

ہر خس و خار کہ در راہ نمود سے دارد — آخر اے باد صبا ایں ہمہ آوردۂ تست

صحابہ رضوان اللہ اجمعین کے زمانہ کے بعد اسلام میں پانچویں بدعت کا حدوث ہوا اور وہ مذہب اعتزال ہے ہجرت نبوی کے دوسو سال بعد حسن بصریؒ کے زمانہ میں اس فتنہ کا آغاز ہوا! معتزلہ نے یونانی فلسفہ سے اپنے دلائل اخذ کئے اور دین میں عقل نظری کو اپنا رہنما بنایا۔ وحی الٰہی سے بڑی حد تک آزاد ہو کر انھوں نے عقل نظری سے عقائد دینیہ کی جانچ پڑتال شروع کردی اور ان کو اس کے تحت رکھ دیا اور اپنی رائے کی تائید میں فلسفیانہ دلائل استعمال کرنے لگے! عقلیت، ان کا مسلک ہے اور فلسفہ سے انھیں خاص شغف رہا ہے ان کے عقائد و دلائل کی تلخیص پر ہم اکتفا نہیں کریں گے، جہاں تک ہو سکے ان کے مغالطوں کی تردید اور ان کے دلائل کی تضعیف بھی ہمارا فرض ہوگا۔ ہماری کتاب اس باب سے محض تاریخ نہ ہوگی بلکہ تنقید بھی ہوگی ہمارا کام محض مورخ کا نہ ہوگا بلکہ ناقد کا بھی ہوگا ع ہشدار کہ رہ خود بخود گم نکنی! واللہ الموفق وھو المستعان۔

معتزلہ کی وجہ تسمیہ کیا ہے؟ کہا جاتا ہے کہ امام حسن بصریؒ ایک روز مسجد میں درس دے رہے تھے کہ ایک شخص نے آکر کہا کہ ہمارے زمانہ میں ایک ایسے فرقہ[۲] کا ظہور ہوا جو گناہ کبیرہ کے مرتکب کو کافر قرار دیتا ہے اور اس کو ملت اسلامیہ سے خارج تصور کرتا ہے اور ایک گروہ[۳] ان لوگوں کا بھی پیدا ہوا ہے، جو صاحب کبیرہ کو امید مغفرت دلاتا ہے اور کہتا

---

[۱] مصنف کی کتاب فلسفہ و قرآن کا ایک باب [۲] اس فرقہ کا نام وعیدیہ ہے [۳] اس گروہ کو مرجیہ کہتے ہیں جہم بن صفوان کا یہی عقیدہ تھا جیسا کہ باب ۶ میں ذکر ہوا۔

ہے کہ ایمان کے ہوتے ہوئے گناہ کبیرہ سے کوئی ضرر نہیں پہنچتا۔ وہ عمل کو قطعاً جزوِ ایمان نہیں قرار دیتا اور کہتا ہے کہ جس طرح کفر کے ہوتے ہوئے کوئی طاعت سودمند نہیں اسی طرح ایمان کے بعد کوئی گناہ مضر نہیں۔ آپ کی رائے میں صداقت کیا ہے اور ہمیں کیا عقیدہ رکھنا چاہئے؟ ابھی امام حسن بصریؒ جواب نہ دینے پائے تھے کہ ان کی مجلس میں سے ایک شخص دراز گردن اٹھا اور کہنے لگا کہ "مرتکب کبائر نہ مومن مطلق ہے اور نہ کافر مطلق بلکہ کفر و ایمان کے درمیان متوقف ہے۔" یہ کہہ کر وہ امام کے حلقۂ درس سے اٹھ گیا اور مسجد کے دوسرے گوشہ میں جا کر اوروں کے سامنے اپنے اس عقیدہ کی توضیح کرنے لگا یہ شخص واصل بن عطا تھا[۱]۔ امام نے اس کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ "اعتزل عنا" یعنی واصل "ہم سے الگ ہو گیا" اسی روز سے واصل اور اس کے پیرو معتزلہ کہلائے جانے لگے۔

ابن منبہ کہتے ہیں کہ معتزلہ کا لقب حسن بصریؓ کے بعد کی چیز ہے۔ ان کا بیان ہے کہ جب حسن بصریؒ کا انتقال ہو گیا تو قتادہ ان کے جانشین ہوئے اور حلقۂ درس جاری رکھا عمرو بن عبید (جو واصل بن عطا کا شاگرد تھا) اور اس کے پیرؤں نے قتادہؒ سے کنارہ کشی اختیار کر لی، اس لئے انھوں نے اس کا اور اس کے متبعین کا نام "معتزلہ" رکھا بہرحال اعتزال کے معنی الگ ہو جانے یا کنارہ کشی کرنے کے ہیں اور معتزلہ وہ لوگ ہیں جو اپنے بعض عقاید میں اجماع کے سراسر مخالف ہیں اور اس سے روکش ان سب کا رئیس اور پیشوا واصل بن عطا ہے جو سنہ ۸۰ھ میں مدینہ میں پیدا ہوا اور سنہ ۱۳۱ھ میں فوت ہوا۔

عام طور پر واصل کی جماعت کو معتزلہ کہتے ہیں لیکن یہ خود اپنے کو اہل عدل و توحید کہتے ہیں۔ ان کا عدل سے تو یہ مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ پر مطیع کو ثواب اور عاصی کو عذاب پہنچانا واجب ہے اور توحید سے ان کی مراد نفی صفات الوہیت ہے۔ اس میں شک نہیں کہ وہ خدائے تعالیٰ کو عالم بھی مانتے ہیں اور قادر بھی اور بصیر بھی لیکن ان کی عقل انھیں اس بات کی اجازت

[۱] اس خیال میں اس کا ساتھی ابتدا سے عمرو بن عبید تھا خوارج کا بھی اسی میں شمار ہے۔